THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

عصرِ حاضر میں سیکولرازم کے فکرِ اسلامی کو درپیش چیلنجز

The Challenges of Secularism to Islamic Thought in the Contemporary Era

Liaqat Ali Qadri
Ph.D. scholar, Islamic Studies, NCBA&E Lahore.
E-Mail:peer.qusuri@gmail.com
Dr. Mahmood Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
NCBA&E, DHA Campus, Lahore
Email: muftimehmoodahmad3@gmail.com

Abstract:
This research examines the intellectual and practical challenges posed by secularism to Islamic thought in the contemporary era. Secularism, which advocates the separation of religion from state affairs and public life, has significantly influenced modern political systems, educational institutions, legal frameworks, media, and social values. While this concept emerged from the historical experiences of Europe, its global spread has created important debates within Muslim societies regarding the role of Islam in public and private life.

The study explores the historical background, concept, and major principles of secularism and critically compares them with the Islamic worldview. It highlights that Islam is a comprehensive way of life encompassing faith, worship, morality, law, politics, economics, education, and social relations, whereas secularism generally confines religion to the private sphere. This fundamental difference has generated various intellectual, cultural, and social challenges for contemporary Islamic thought.

The research identifies major challenges, including the separation of religion from governance, the weakening of religious identity, moral relativism, the decline of Islamic educational values, the impact of globalization and digital media, the transformation of family structures, and the increasing influence of materialistic and liberal ideologies. It further analyzes how these developments affect Muslim societies, particularly the younger generation, by creating confusion regarding religious identity and Islamic values.

The study concludes that Islamic teachings provide a comprehensive and balanced framework capable of addressing contemporary ideological challenges through the guidance of the Qur'an and Sunnah. It emphasizes that strengthening Islamic education, promoting intellectual dialogue, integrating religious and modern sciences, encouraging critical thinking, and utilizing digital media responsibly are essential for preserving Islamic identity while engaging constructively with the modern world.

The research recommends the development of balanced educational curricula, increased scholarly engagement with contemporary ideologies, production of authentic academic literature on Islam and secularism, and the promotion of ethical values based on Islamic principles. It also stresses the importance of dialogue, moderation, and evidence-based scholarship in responding effectively to the intellectual challenges of secularism in the twenty-first century.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

Keywords: *Secularism, Islamic Thought, Contemporary Challenges, Islam and Modernity, Religious Identity, Islamic Education, Globalization, Muslim Society, Islamic Worldview, Intellectual Challenges.*

تعارف:

عصر حاضر میں سیکولرازم ایک اہم فکری، سماجی اور سیاسی نظریہ بن کر دنیا کے بیشتر ممالک میں اثر انداز ہو رہا ہے۔ جدید ریاست، تعلیم، قانون، سیاست، معیشت اور معاشرت کے مختلف شعبوں میں سیکولر افکار کا نفوذ بڑھتا جا رہا ہے، جس کے نتیجے میں مذہب کو اجتماعی زندگی سے محدود یا الگ کرنے کا رجحان پیدا ہوا ہے۔ اسلامی فکر، جو دین کو زندگی کے ہر شعبے کے لیے مکمل رہنمائی قرار دیتی ہے، اس رجحان سے متعدد فکری اور عملی چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے۔ بالخصوص مسلم معاشروں میں سیکولرازم کے اثرات نے مذہبی شناخت، اسلامی اقدار، خاندانی نظام، دینی تعلیم، قانون سازی اور تہذیبی تشخص کے حوالے سے نئی بحثوں کو جنم دیا ہے۔ اسلام نے دین اور دنیا کے درمیان تفریق کے بجائے دونوں کے درمیان توازن اور ہم آہنگی کا تصور پیش کیا ہے۔ قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ انسان کی انفرادی، اجتماعی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی زندگی کے لیے جامع اصول فراہم کرتے ہیں۔ اس کے برعکس سیکولرازم مذہب کو فرد کے نجی معاملات تک محدود رکھنے کی وکالت کرتا ہے۔ یہی بنیادی فرق اسلامی فکر کے لیے اہم علمی اور فکری چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

تعارفِ موضوع

سیکولرازم (Secularism) ایک ایسا فکری و سیاسی نظریہ ہے جو مذہب اور ریاست کی علیحدگی، قانون سازی میں مذہبی اصولوں کی عدم مداخلت اور اجتماعی معاملات میں مذہب کے محدود کردار پر زور دیتا ہے۔ یہ نظریہ یورپ میں کلیسا اور ریاست کے درمیان تاریخی کشمکش کے نتیجے میں وجود میں آیا، لیکن بعد ازاں دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف صورتوں میں رائج ہوا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے دین محض عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو عقائد، عبادات، اخلاق، سیاست، معیشت، عدل، قانون، معاشرت اور بین الاقوامی تعلقات سمیت زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسی لیے جب سیکولرازم مذہب کو اجتماعی زندگی سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسلامی فکر کے بنیادی تصورات کے ساتھ فکری اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ یہ تحقیق اس امر کا جائزہ لے گی کہ عصر حاضر میں سیکولرازم اسلامی عقیدہ، دینی تعلیم، اخلاقی اقدار، خاندانی نظام، قانون سازی، اسلامی تہذیب اور امتِ مسلمہ کی فکری شناخت کو کس حد تک متاثر کر رہا ہے، اور اسلامی تعلیمات ان چیلنجز کا کیا حل پیش کرتی ہیں۔

سیکولرازم (Secularism) کا مفہوم

سیکولرازم وہ نظریہ ہے جو یورپ میں نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے بعد اقتصادی، ثقافتی اور سماجی تحولات کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا۔ اس کا اہم ترین نتیجہ اور اثر سیاست سے دین کی علیحدگی کی صورت میں سامنے آیا۔ انگریزی لغات کے مطابق سیکولرازم (Secularism) دنیاوی امور سے مذہب اور مذہبی تصورات کا اخراج یا بے دخلی ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں سیکولرازم کے لغوی معنی اس طرح درج ہیں:

> The belief that religion should not be involved in the organization of society, education etc.".[1]

"یہ اعتقاد کہ معاشرے کی تنظیم اور تعلیم جیسے امور میں دین کا کوئی عمل دخل نہ ہو، سیکولرازم کہلاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا امیریکانا (Encyclopedia Americana) کی تعریف کے مطابق:

> Secularism is an ethical system founded on the principles of natural morality and independent of revealed religion or supernaturalism…Its first postulate is freedom of thought, that is, the right of every one to think

[1] Oxford Advance Learner's Dictionary, p. 1371

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

about himself.".[1]

"سیکولرازم ایک اخلاقی نظام ہے جو فطری اخلاق کے اصول پر مبنی ہے اور الہامی مذاہب یا ما بعد الطبیعات سے جدا ہے۔ اس کا پہلا کلیہ فکری آزادی ہے یعنی اپنے بارے میں سوچنے کا حق۔

سیکولرازم جدید دور اور روایتی مذہبی اقدار سے دور جانے کی طرف ایک تحریک ہے۔ سیکولرازم کو اُردو میں عموماً لادینیت سے تعبیر کیا جاتا ہے سیکولرازم کے حامیوں کے نزدیک یہ لادینیت کے مترادف نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب اور ریاست کے معاملات کو الگ الگ کر دیا جائے۔ اور مذہب انسان کا انفرادی مسئلہ قرار دیا جائے۔ سب سے پہلے سیکولرازم کی اصطلاح ایک برطانوی مصنف اور مفکر جارج جیکوب ہولیاک (George J. Holyoake:1817-1906) نے ۱۸۵۱ء میں استعمال کی تھی۔[2]

سیکولرازم کا فارسی میں دنیوی، عرفی اور زمینی جیسے الفاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور عربی میں اس کیلئے "العِلمانية" اور "العَلمانية" کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مصباح یزدی لکھتے ہیں کہ:

جنہوں نے سیکولرازم کیلئے لفظ "العلمانیہ" کا انتخاب کیا ہے انہوں نے اس کو "علم" سے مشتق جانا ہے اور اسے علم کی طرف دعوت دینے والا نظریہ قرار دیا ہے اور جنہوں نے اس کیلئے "العلمانیہ" کے لفظ کا انتخاب کیا ہے۔ انہوں نے اسے عالم (دنیا، کائنات) سے مشتق سمجھا ہے اور سیکولرازم کو آخرت کی بجائے دنیا پرستی والا نظریہ قرار دیا ہے یعنی وحی الٰہی سے مدد لینے کی بجائے انسان کی دنیوی طاقت مثلاً عقل اور سائنس سے مدد لی جائے۔"[3]

فارسی اور عربی کے اس جیسے دیگر الفاظ اور خود لفظ سیکولرازم اس اصطلاح کے تمام اور ہمہ گیر مفہوم کو ادا نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وقت کے ساتھ ساتھ بہت سی تاریخی اصطلاحوں کی طرح لفظ سیکولرازم اور سیکولر بھی مختلف اور متعدد معانی میں استعمال ہوتے رہے ہیں اور تاریخی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ان کے معانی بھی بدلتے رہے ہیں۔ جیسا کہ مصباح یزدی لکھتے ہیں:

ابتدا میں سیکولر اور لائیک (Laicité) کی اصطلاحیں غیر مذہبی و غیر دینی معانی و مفاہیم کیلئے استعمال ہوتی تھیں۔ قرون وسطی میں یورپ میں بہت سی موقوفہ اراضی (وقف شدہ زمین) تھیں جو مذہبی افراد اور راہبان کلیسا کے زیر نظر تھیں جبکہ غیر موقوفہ اراضی غیر مذہبی یعنی سیکولر افراد کے زیر نظر تھیں۔ اس لحاظ سے سیکولر غیر مذہبی اور غیر پادری افراد کو کہا جاتا تھا۔"[4]

زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ لفظ سیکولر اور لائیک ایک مخصوص معنی میں استعمال ہونے لگے۔ لیکن اکثر موارد میں انہیں غیر مذہبیت یا کلیسا اور مذہبی لوگوں کے تحت نظر نہ ہونے کیلئے استعمال کیا جاتا تھا نہ کہ دین دشمنی کے معنی میں، مثلاً سیکولر مدارس ان سکولوں کو کہتے ہیں جن میں دینی تعلیم کی بجائے دوسرے علوم کی تعلیم دی جاتی ہے اور ان کے اساتذہ مذہبی افراد اور پادری نہیں ہوتے۔ آہستہ آہستہ یہ فکر اور نظریہ رائج ہونے لگا کہ نہ صرف بعض تعلیمات اور معارف، دین اور کلیسا کے اثر و نفوذ سے خارج ہیں بلکہ انسانی زندگی کے کئی شعبے دین اور کلیسا کے دائرہ کار سے خارج ہیں۔ یوں سیکولرازم اور لائیک نے ایک

---

[1] The Encyclopedia Americana, Vol. 13, p. 510

[2] The Encyclopedia Americana, Vol. 13, p. 510

[3] مصباح یزدی، اسلامی نظریہ حکومت، ص:14.

[4] مصباح یزدی، اسلامی نظریہ حکومت، ص:14.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

نئی فکری شکل اختیار کرلی اور سیکولرازم نے کائنات اور انسان کو ایک نیا نظریہ دیا۔ یہ نیا نظریہ بہت سے موارد میں دین کی حاکمیت اور اس کی تعلیمات کی قدر و قیمت کا منکر ہے۔ چنانچہ سیموئیل ہنٹنگٹن (Samuel P. Huntington: 1927-2008) نے لکھا ہے:

> پوری مغربی تاریخ میں پہلے ایک کلیسا اور پھر بہت سے کلیساؤں کا ریاست سے الگ وجود تھا خدا اور سیزر، کلیسا اور ریاست، روحانی اور زبانی حاکم، تصورات کے یہ جوڑے مغربی تہذیب میں چھائے رہے ہیں۔۔۔ اسلام میں خدا سیزر (مقتدر اعلیٰ) بھی ہے۔۔۔ کلیسا اور ریاست میں علیحدگی اور ان کے درمیان ہونے والے بار بار تصادم، جو مغربی تہذیب کا خاصہ ہے کسی اور تہذیب میں اس کا وجود نہیں رہا۔ حاکمیت کے اس تصور سے مغرب میں آزادی (Freedom) کے ارتقاء میں بے حد مدد ملی۔[1]

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ سیکولرازم (Secularism) خالصتاً مغربی اصطلاح ہے اور اس کا مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

سیکولرازم سے مراد ریاستی نظم ونسق کو مذہبی معاملات سے مکمل آزاد کرنا ہے، سیکولر نظام تعلیم بھی مذہب کی مداخلت کا منکر ہے، سیکولرازم میں مذہب کا انکار تو نہیں ہے مگر مذہب کو انسان کی انفرادی زندگی تک محدود کیا گیا ہے اور اجتماعی زندگی سے اسے بے دخل کیا گیا ہے۔ سیکولرازم کی انتہائی شکل میں ریاستی معاملات کو مذہبی یا کسی بھی قسم کی اخلاقیات سے آزاد کر دیا گیا ہے۔

سیکولرازم کے بنیادی عناصر (Characteristics of Secularism)

سیکولرازم کی بنیاد میں کارفرما عناصر کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

1۔ ہمہ پہلو ضابطہ حیات

دور حاضر میں سیکولرازم کی بحث کو "سیاست" تک محدود کر دیا گیا ہے، تاہم ارتقائی و تاریخی لحاظ سے سیکولرازم کا ہر شعبہ زندگی سے تعلق نمایاں ہے۔ سیکولرازم کا دائرہ کار انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ سیکولرازم محض سیاست و حکمت سے متعلق نہیں، یہ نظریہ زندگی کے معاشی، تعلیمی، معاشرتی اور انفرادی پہلوؤں پر محیط ہے۔

2۔ خدا کی نفی کا تصور

سیکولرازم کا اولین داعی ہولیوک کے مطابق سیکولرازم اس ضابطے کا نام ہے، جس کا تعلق دنیا سے متعلق فرائض سے ہے۔ جس کی غایت خالصتاً انسانی ہے اور یہ بنیادی طور پر ان (افراد) کے لئے ہے جو الہیات کو نامکمل یا ناکافی، ناقابل اعتبار یا ناقابل یقین سمجھتے ہیں۔

سیکولرازم میں خدا کا متبادل سائنس کو قرار دیا جاتا ہے۔ ہولیوک کے الفاظ ہیں:

Science is the available Providence of Man.[2]

امریکی سپریم کورٹ نے اپنے 1961ء کے ایک فیصلے میں سیکولرازم کو خدا کے وجود کا نہ صرف مخالف کہا ہے

---

[1] ہنٹنگٹن، تہذیبوں کا تصادم، ص: ۹۲-۹۱

[2] See: Holyoake, G.J, The English Secularism: a confession of Faith, The open Court Publishing Company, Chicago 1896,pp . 13-14,47-48.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

بلکہ اسے مذاہب میں سے ایک مذہب قرار دیا ہے:

"جو مذاہب ملک میں یہ تعلیم نہیں دیتے جسے بالعموم خدا کے وجود پر ایمان کہا جا سکتا ہے، ان میں بدھ ازم، تاازم، اخلاقی ثقافت، سیکولر انسان نوازی اور دیگر (شامل ہیں)۔[1]

چارلس ٹیلر (Charles Taylor) کی آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب A Secular Age کو ٹمپلن ایوارڈ دیا گیا ہے۔ مذکور مصنف کا کہنا ہے سیکولر افراد کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ مذہب یا تو سیکولر ازم کی راہ سے ہٹ جائے، یا پھر سیکولر ازم کے ہمرکاب ہو، تاکہ انسان مذہبی دھند سے آزاد عقل کی روشنی میں آگے بڑھ سکے۔ اس کے خیال میں نعوذ باللہ خدا کی موت سے مراد یہی ہے کہ ماضی کا مذہب اب آواز گم گشتہ ہے، جسے کوئی سننے کو تیار نہیں ہے۔[2]

سیکولر ریاست، قانون سازی اور عدالتی نظام سے لے کر تعلیم اور ثقافتی امور کا سارا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ یا تو خدا ہے ہی نہیں، اور اگر موجود ہے تو اس کے پاس اپنی مخلوق کے لیے کوئی عملی منصوبہ نہیں ہے۔ اس طرح کا تصور قادر مطلق خدا کی جگہ نئی بت پرستی کو سامنے لاتا ہے، جس میں عامۃ الناس خود ہی اپنے حاکم اعلیٰ اور خود ہی رعیت محکومہ ہوتے ہیں۔ سیکولر ازم کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ:

انسانی زندگی کسی الہامی فرمان اثرات سے آزاد کیا جائے، اور اس طرح عوام کے ذہنوں سے تاریخ کا سحر توڑ کر انہیں ماضی کی رومانویت سے باہر نکالا جائے۔[3]

3۔مذہب کی ضد

سیکولرازم بنیادی طور پر زندگی کے ہر میدان میں مذہب کی مکمل نفی اور مخالفت کا نام ہے۔ 1950 اور 1960 کی دہائیوں میں متعارف کروائے گئے سیکولرکاری (Secularization theory) کے نظریہ سے متعلق پیٹر برگر (Peter Berger) لکھتے ہیں کہ:

اس نظریہ کا مرکزی خیال، روشن خیالی کا فلسفہ تھا، جس کی حقیقت یہ تھی کہ جدید کاری خواہ معاشرتی ہو یا افراد کے اذہان و قلوب میں، اس کا لازمی نتیجہ مذہب کے زوال کی صورت میں سامنے آتا ہے۔[4]

معروف ماہر سماجیات پارسنز (Parsons) لکھتے ہیں کہ سیکولرکاری کا تصور مغربی دنیا بالخصوص مذہبی حلقہ میں یک طرفہ تبدیلی کا نام بن کر رہ گیا ہے۔ جو مذہبی دعوؤں، فرائض اور عزائم کو چھوڑ کر سیکولر مفادات اور توجیہات (Interests) اختیار کرنے کا نام ہے۔[5]

---

[1] United States Supreme Court in Torcaso vs Watkins, cited by,Lambaugh,David,How Liberals are Waging War Against Chiristianity,Regency Publishing ,Wahington,2003,p.67

[2] Taylor,Charles, A Secular Age,Harvard University Press,Cambridge,2007,pp.570-571

[3] جان، طارق، سیکولرزم، مباحث اور مغالطے، ص29

[4] Berger, Peter, Desecularization, p.2.

[5] Parsons, Talcott, Action theory and the human concition, the university of California, Free Press, 1978, p. 240.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

ولسن (B.R.Wilson) کے مطابق سیکولرازم مذہب کو نیست ونابود (Abolition) کر دینے کا حامی نظریہ ہے،اور اس میں مذہب کے ذیلی سماجی سیاسی، معاشی، تعلیمی وغیرہ وظائف (Ancillary Social Functions) کو تبدیل کر کے سیکولر کر دیا جاتا ہے۔ سیکولرازم مذہبیت کے زوال کو یقینی بناتا ہے۔(Secularism posits a decline in religiosity)۔[1]

جدید ریاست کا وجود مذہب کی ضد پر قائم ہے۔ آج وجود میں آنے والی کوئی بھی جدید ریاست اپنے مذہب کے مطابق نظام سیاست اختیار نہیں کر سکتی ہے۔ نتیجتاً آزاد ہونے کے باوجود مذاہب عالم اپنی الہامی تعلیمات کے مطابق سیادت وسیاست نافذ نہیں کر سکتے ہیں۔ مذاہب جدید ریاست کے دائرہ میں ہیں،اور جدید ریاست میں رہ کر دوسرا تصور اختیار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

سیکولرازم ایک ہمہ پہلو ضابطہ حیات ہے، جسے مذہب کا متبادل کہا جا سکتا ہے۔ سیکولرازم چونکہ خود معاملات زندگی کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے،اس لیے وہ مذہبی سوچ اور رویوں کو برداشت نہیں کر پاتا۔ پیٹر گلاسز (Peter Glasner) کا اپنے مشاہدے اور مطالعے کی بنیاد پر دعوی ہے کہ سیکولرازم کا منتہائے مقصود "مذہب کا زوال" ہے۔[2]

جیفری ہیڈن (Jeffery Hadden) نے کہا ہے کہ:

"سیکولر عمل بذات خود عقیدہ ہے تھیوری نہیں ، جسے مذہب سے گہری اور ہمیشہ کے لیے عداوت ہے۔ "۔[3]

4.الحاد و دہریت کا متبادل

سیکولرازم دراصل "دہریت والحاد کا نرم اظہار ہے،اس دہریت والحاد کی بنیاد یونانی فکر وفلسفہ کی بجائے مغرب کے سیاسی، سماجی تعلیمی، ثقافتی اور علمی پہلو اس کو اپنانا ہے۔ سیکولرازم کا نظریہ الحاد ودہریت کا متبادل ہے۔ دہریت اپنی مبین اور واضح صورت میں معاشرے میں قبولیت عامہ حاصل نہیں کر پائی ہے،اس کی نمو ہمیشہ تشکیک اور نفاق کے لبادے میں ہوئی ہے۔ دنیا کے دیگر مذاہب اور معاشروں کے لئے قابل قبول بنانے کے لیے دہریت کو نسبتاً نرم (Soft) صورت میں پیش کرنے لفظ "سیکولرازم "لایا گیا ہے، جو بیسویں صدی عیسوی میں اپنے موجودہ معنی میں متداول ہوا ہے۔ ہولی اوک بذات خود غیر مذہبی فرد تھا،اس کے نظریات دہریت پر مبنی تھے۔ ہولی اوک نے سیکولرازم کی اصطلاح کو دین وسیاست کی علیحدگی نہیں،بلکہ دہریت کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (Encyclopedia of Religion and Ethics) کے مقالہ نگار نے سیکولرازم کو دہریت اور کفر والحاد کا متبادل (Alternative to Atheism) قرار دیا ہے۔[4]

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا (Encyclopedia Britannica) میں الحاد کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہوئے سیکولرازم کو عملی الحاد میں شامل کیا ہے۔ اس اعتبار سے کہ اجتماعی تحریک جس کا ہدف لوگوں کی توجہ آخرت سے ہٹا کر فقط دنیا کی طرف کرنا ہوتی ہے۔[5]

---

[1] Wilson B.R .,"Secularization" in Dictionary of Ethics, Theology and society , pp.747,749.

[2] .Glasner,Peter,The Sociology of Secularization,Routledge and Kogan Paul,1977,p.2

[3] .Hedden,Jeffery,Toward Desacrarizing Secularization Theory,Social Forum65,no3,pp587-611,cited by, Smith,Christian,The Secular Revolution,University of California,Berkeley,2003,p.23

[4] .Encyclopedia of Religion & Ethics,Ed. James Hasting,Edinburg,NewYork,1974,Vol.11,pp.347-349

[5] Encyclopedia Britannica,Religion and Religious Bliefs,Atheism

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

5۔ نفس پرستی کا مذہب

نفس پرستی سیکولرازم کا ایک اہم مظہر ہے، سیکولرازم سے غذا پانے والے ہر ذہن کی زندگی اس کے گرد گھومتی ہے۔ یہی نکتہ سیکولرازم کی بنیاد ہے، یعنی خدا کو چھوڑ کر مادے کو سب کچھ مان لینا اور مادہ نفس پرستی کا سبب اور ذریعہ ہے۔ دور جدید کی تہذیب جسے ہم لادینی یا سیکولر تہذیب بھی کہہ سکتے ہیں، لذت اور مادیت کے ہی گرد گھومتی ہے۔ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

> آج دنیا میں سیکولر ازم دعوے کی حد تک تو ایک ایسے نظریے کی حیثیت رکھتا ہے جو محض حکومت اور ریاست کو مذہبی تعلیمات سے الگ تھلگ رکھنے کا علمبردار ہے، لیکن عملاً اس نے افراد کے ذہنوں سے مذہب کی اہمیت کم کرنے اور اپنے نفس کی جائز و ناجائز تمام خواہشات کو پورا کرنے کے لئے معروف سماجی، اخلاقی اور مذہبی اقدار کو نظر انداز کرنے کے رجحان کی بجائے خود ایک مذہب اور طرز زندگی بنا دیا ہے۔ یعنی یہ ریاستی سطح پر ایک اجتماعی طرز عمل کا نام نہیں، بلکہ اس نے انفرادی زندگیوں کو بھی متاثر کیا ہے۔[1]

6۔ سیکولر ازم اور مادیت پرستی

سیکولرازم نے مادیت پرستی کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ ایچ بی ایکسٹن (H.B.Acton) کے مطابق مادیت پرستی کا نام عقائد کے اس یک نسلی مجموعے کو ملا، جس کا تعلق دنیا کی اس فطرت سے ہے جو مادہ کو اولیت اور دماغ (یا روح) کو ثانوی حقیقت کا مقام دیتا ہے۔[2]

ڈاکٹر قرضاوی مشہور مستشرق آربری کی کتاب "مشرق وسطی میں مذہب" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> مادی علمیت، انسانیت، طبیعی مذہب اور وضعیت سب لادینیت کی صورتیں ہیں۔[3]

7۔افادیت پسندی

ہولیوک نے "سیکولر ازم" کو جب نئے معنی دیے تو اس وقت افادیت پسندی (Utilitarianism) کے فلسفہ کا دور دورہ تھا۔ بینتھم (Jeremy Bentham) اور جان اسٹوارٹ مل (John Stuart Mil) نے اس فلسفے کو فروغ دیا ہے۔ سیکولرازم کے پس منظر میں افادیت پسند رجحان پایا جاتا ہے، یعنی وہی چیز درست ہے جو فائدہ مند ہو۔

رابرٹ وارتھ فریک (Robert Worth Frank) لکھتے ہیں:

> Secularism: Specifically a variety of utilitarian social ethic which seeks human improvement without reference to religion exclusively by means of human reason, science and social organization. [4]
>
> سیکولر ازم بالخصوص افادیت پر مبنی معاشرتی قدر کی ایک قسم ہے، جو مذہب کے سوا عقل، سائنس، اور معاشرتی تنظیموں کے ذریعے انسانی بہتری کا حصول ممکن بناتا ہے۔

---

[1] اسلامی نظریہ حیات، حصہ دوم، ص175

[2] Encyclopedia of Philosophy,item "Materialism",p.179

[3] اسلام اور سیکولرازم، ص51

[4].Encylopedia of Religion,p700

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

سیکولر ازم (لادینیت) کے نتائج

سیکولرازم کے معاشرے پر مرتب ہونے والے منفی اثرات کا جائزہ، طارق جان کی تصنیف "سیکولرزم، مباحث اور مغالطے" کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے:

(الف) لادینیت (سیکولرازم) ابتداء ترقی اور جدیدیت کے نام پر معاشرے کی قدامت اور اس کی روایات کو ہدف بناتی ہے۔ دوسرے مرحلے میں لادینیت معاشرے کی اقدار پر حملہ آور ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں معاشرہ تزلزل کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگلے مرحلے میں جارحانہ کلیت پرستانہ رویہ اپناتے ہوئے زندگی کے ہر شعبہ پر اپنی گرفت قائم کرنا چاہتی ہے۔

(ب) لادینیت کے نتیجے میں زندگی کی اکائی کی نفی ہو جاتی ہے۔ سیکولرازم مغرب کا وہ انداز فکر ہے، جو ایک کلی غیر منقسم صداقت کو روحانی اور لادینی خانوں میں بانٹنا چاہتی ہے۔ روح اور کار جہاں کی تقسیم کے نتیجے میں ایک لاینحل مسئلہ سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ مادیت کو یک گونہ رفعت اور وقار ملتا ہے، اور روحانیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

(ج) مذہب کی عدم موجودگی کا لازمی نتیجہ خدا اور اس کے قوانین سے بے اعتنائی ہے۔ سیکولر خالق کائنات کی حکمت بالغہ کو ایک طرف رکھ کر سیکولر اشرافیہ کی دانش کا سہارا لیتی ہے، جو انسان کو روحانیت سے محروم کر کے "مادی انسان" بنا دیتی ہے۔ روحانیت سے محروم انسان کا ادھورا وجود جب کوئی معروضی طریق سامنے نہیں پاتا تو مایوس ہو کر اپنی ذات کی طرف لوٹتا ہے، جہاں اُسے موضوعیت کے لامتناہی اضطراب کے سوا کچھ نہیں ملتا ہے۔ اُسے میزان اور کسوٹی کے بغیر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔

(د) سیکولرازم کا اولین شکار عقائد و ایمانیات کا وہ مجموعہ ہوتا ہے، جو شیطانی حملوں کے خلاف حیات انسانی کا واحد سہارا ہے۔ یہ لادین طرز فکر ان سب چشمہ ہائے حیات کے سوتے خشک کر دیتی ہے جو عقیدہ و ایمان سے عبارت ہیں۔ اخلاق و اقدار کے بغیر زندگی کا کوئی سانچہ نہیں رہتا ہے، لہٰذا لادین معاشرہ میں برداشت کی سطح اتھلی اور صبر و استقامت کی صلاحیت بے نام ہوتی ہے۔[1]

ڈاکٹر الفریڈ وہائٹ ہیڈ کے مطابق کسی تہذیب کی پشت پر چار رہنما سانچے ہوتے ہیں جو اسے حرکت پذیر رکھتے ہیں:

1۔ جذبات کا سانچہ 2۔ بنیادی تصورات 3۔ قومی مفادات کے سانچے 4۔ ٹیکنالوجی۔

یہ چار عناصر موجود نہ ہوں تو ڈاکٹر وہائٹ ہیڈ کے خیال میں باقی ہر کوشش بے سود ہو گی۔[2] لادینیت پہلے تین نمونوں یا اجزاء کا حلیہ بگاڑ سکتی ہے لیکن کسی طور خود ان کی جگہ نہیں لے سکتی ہے۔ لادین نظریہ کا تسلط کسی قوم کو اخلاقی اور روحانی طور پر بانجھ کر سکتا ہے اور اس کے مظاہر تاریخ کے دھارے میں ڈولتے بے دست و پا وجود کی طرح نظر آئیں گے۔

مغربی ممالک نے لادینیت کے جو تجربے کیے ہیں، ان کے نتیجے میں مسائل حل ہونے کے بجائے بڑھ گئے ہیں۔ خیال و فکر میں تشکیک، اقدار میں الجھاؤ، معیار میں مصلحت پسندی، اخلاق و رویے میں سلفہ پن، اور ڈپلومیسی میں موقع پرستی نے جڑ پکڑ لی ہے۔ سیاست محض میکیاولی انداز کی ہو کر رہ گئی ہے۔ معاملات کی اس صورت نے، زندگی کے توازن اور سکون کو درہم برہم کر دیا ہے۔

عصر حاضر میں اسلامی فکر کو درپیش سیکولر چیلنجز

اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس لیے وہ دین کو صرف عبادات تک محدود نہیں کرتا بلکہ عقائد، عبادات، اخلاق، سیاست، معیشت، عدل، قانون، تعلیم اور معاشرت سمیت زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے برعکس سیکولرازم مذہب کو زیادہ تر فرد کے نجی معاملات تک محدود رکھنے کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ یہی بنیادی اختلاف عصر حاضر میں اسلامی فکر کے لیے ایک اہم فکری چیلنج کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

---

[1] جان، طارق، سیکولرزم مباحث اور مغالطے، ص6-9

[2] .Whitehead,Alfred,N. Adventure of Ideas,Mentor Books,NewYork,1960,p.173

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

1۔ دین اور سیاست کی علیحدگی

سیکولرازم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ مذہب کو ریاستی معاملات سے الگ رکھا جائے، جبکہ اسلام حکومت، عدل، قانون اور معاشرت کے لیے واضح اصول دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾۔[1]

اور جو فیصلہ نہ کرے اس (کتاب) کے مطابق جسے نازل فرمایا اللہ نے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

یہ آیت اسلامی قانون کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔

2۔ اخلاقی اقدار کا زوال

سیکولر معاشروں میں اخلاق کا معیار اکثر انسانی خواہشات یا سماجی معاہدات کو قرار دیا جاتا ہے، جبکہ اسلام اخلاق کو وحی الٰہی سے وابستہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"۔[2]

"مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

3۔ خاندانی نظام کو لاحق خطرات

اسلام خاندان کو معاشرے کی بنیاد قرار دیتا ہے، جبکہ جدید سیکولر نظریات میں بعض اوقات شادی، طلاق، خاندانی ذمہ داریوں اور صنفی کرداروں کے بارے میں ایسے تصورات پیش کیے جاتے ہیں جو اسلامی خاندانی نظام سے مختلف ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں نکاح کو سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔[3]

اور اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے پیدا فرمائی تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے اور پیدا فرما دیے تمہارے درمیان محبت اور رحمت (کے جذبات)۔

4۔ دینی تعلیم کا محدود ہونا

بعض سیکولر تعلیمی نظام مذہبی تعلیم کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں، جس سے نوجوان نسل میں دینی شعور کمزور ہونے کا خدشہ پیدا ہوتا ہے۔

اسلام میں علم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم"۔[4]

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

---

[1] المائدہ:44

[2] مالک بن أنس، موطأ الإمام مالک، مؤسسة الرسالة- بیروت الطبعة: الأولى، 1991م، ج2، ص70، ح1614

[3] الروم:21

[4] ابن ماجة، محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، بیروت: دار الرسالة العالمية الطبعة: الأولى، 2009م، ج1، ص128، ح124

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

5۔ مادیت اور صارفیت

سیکولر معاشروں میں کامیابی کا معیار اکثر دولت، شہرت اور مادی ترقی بن جاتا ہے، جبکہ اسلام روحانی و اخلاقی ترقی کو بھی کامیابی کا لازمی جز قرار دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى﴾۔[1]

"آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔"

6۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کے اثرات

ڈیجیٹل میڈیا نے سیکولر افکار، مذہبی تشکیک اور اخلاقی بے راہ روی کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ نوجوان نسل مختلف فکری نظریات سے متاثر ہو رہی ہے۔ اسلام تحقیق اور ذمہ دارانہ اظہار کی تعلیم دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا﴾۔[2]

"اے ایمان والو! اگر لے آئے تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو۔"

7۔ مذہبی نسبیت(Religious Relativism)

جدید سیکولر فکر میں یہ تصور عام کیا جاتا ہے کہ تمام مذاہب یکساں حق ہیں اور کسی ایک مذہب کو حق قرار نہیں دیا جا سکتا، جبکہ اسلام اپنی حقانیت کو وحی الٰہی کی بنیاد پر پیش کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾۔[3]

اور جو تلاش کرے گا اسلام کے بغیر کوئی (اور) دین تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اس سے۔

8۔ اسلامی تشخص کا بحران

عالمگیریت اور مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے اثرات نے بہت سے مسلم نوجوانوں میں دینی شناخت کے بحران کو جنم دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من تشبه بقوم فهو منهم"۔[4]

"جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں شمار ہو گا۔"

جدید قومی ریاست اور دین(Modern National State and Deen)

عصر حاضر میں مغربی تہذیب کے غلبہ کے بعد دین اور سیاست میں دوئی کا مسئلہ علمی دنیا میں اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ یہ مسئلہ دین اور سلطنت (Empire) و جدید قومی ریاست (Modem National State) کے باہمی تعلق کا ہے۔ جدید قومی ریاست میں "ریاست" اصل ہے اور دین ثانوی حیثیت کا حامل ہے۔ قومی ریاست کے وجود سے قبل "دین" اصل کی حیثیت رکھتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں حکومت اسلامیہ کو دین کی بنیاد پر قائم کیا، جہاں ریاست کی بجائے دین کو اصل اور بنیادی مقام حاصل تھا۔

---

[1] الأعلی:17

[2] الحجرات:6

[3] آل عمران:85

[4] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، المطبعۃ الأنصاریۃ بدھلي-الھند 1323ھ، ج3، ص303، ح4031

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

دین کے سلطنت یا جدید قومی ریاست کے تحت ہونے کی صورت میں دین وسیاست کی دوئی کی بحث جنم لیتی ہے۔جب مذہب کو سلطنت (Empire) اوراس کے تقاضوں کے ہم آہنگ بنایا جاتا ہے تو مسائل جنم لیتے ہیں۔[1] ریاست وسلطنت کے تقاضے جب دین کے تقاضوں سے ٹکراتے ہیں،تو ترجیح دین کو نہیں بلکہ ریاست وسلطنت کے تقاضوں کو دی جاتی ہے۔اس صورت میں دین کی تعلیمات کا نافذ کرنا بلکہ حقیقی صورت میں قائم رکھنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔

اسلام میں دین اور سیاست میں دوئی کا تصور نہیں پایا جاتا ہے،یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔انبیائے کرام دعوت دین کے ساتھ ساتھ سیاست بھی کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ(رض) سے روایت ہے:

«كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ»۔[2]

بنی اسرائیل کے انبیاء کرام سیاست بھی کیا کرتے تھے ، جب کوئی نبی وفات پا جاتا تو ان کے بعد دوسرا آنے والا نبی ان کی جگہ لے لیتا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر خلفاء آئیں گے جو کثیر تعداد میں ہوں گے ۔

جمہور علمائے کرام کی رائے کے مطابق مذہب اور ریاست کی یہ کشمکش،اسلام سے غیر متعلق ہے۔اسلام محض ایک مذہب نہیں ہے،یہ ایک کامل ضابطہ حیات ہے۔اسلام اپنے آپ کو فرد کی نجی اور ذاتی زندگی کے دائرے تک محدود نہیں کرتا ہے،بلکہ زندگی کے اجتماعی امور بھی اس کے دائرہ ہدایت میں آتے ہیں۔ اسلام میں سیاست اور مذہب کی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔دین کا اقتضاء ہے کہ سیاست کے معاملات مذہب کی فراہم کردہ رہنمائی کے مطابق چلائے جائیں اور ریاست اللہ کی مطیع بن کر رہے۔اس نقطہ نظر کی تائید حدیث نبوی سے ہوتی ہے:

ان الله ليزع بالسلطان مالايزع بالقرأن۔[3]

اللہ تعالی ، حکومت کی طاقت سے ان (برائیوں) کا سد باب کر دیتا ہے جن کا سد باب قرآن سے نہیں کرتا۔

اس حدیث مبارکہ کے حوالے کے بعد سید مودودی لکھتے ہیں کہ:

اسلام دنیا میں جو اصلاح چاہتا ہے وہ صرف وعظ و تذکیر سے نہیں ہو سکتی، اس کو عمل میں لانے کے لیے سیاسی طاقت بھی درکار ہے۔ اقامت دین اور نفاذ شریعت اور اجرائے حدود اللہ کے لئے حکومت مطلوب و مندوب ہے۔[4]

صرف نماز اور روزہ اور حج اور زکوۃ ہی دین نہیں ہیں، مملکت کا قانون بھی دین ہے۔ دین کو قائم کرنے کا مطلب صرف نماز ہی قائم کرنا نہیں ہے، بلکہ اللہ کا قانون اور نظام شریعت قائم کرنا بھی ہے۔ جہاں یہ چیز قائم نہ ہو وہاں نماز اگر قائم ہو بھی تو گویا ادھورا دین قائم ہوا۔ جہاں اس کو رد کر کے دوسرا کوئی قانون اختیار کیا جائے وہاں کچھ اور نہیں، خود دین اللہ رد کر دیا گیا۔[5]

---

[1] اس کی مثال رومن سلطنت ہے جو ایک ایمپائر" تھی،ایمپائر کے تقاضوں کے مطابق عیسائیت کو ہم آہنگ بنایا گیا۔عقیدہ تثلیث کو رومن قیصر نے اپنا اختیار اوراپنی اتھارٹی استعمال کرتے ہوئے قائم کیا،جس پر 325ء کی مجلس نیقیہ (Council of Nicaea) اور 171ء کی مجلس (Council at Constantinople) گواہ ہیں،اس طرح عیسائیت کی تعلیمات میں بگاڑ آ گیا،وگرنہ عقیدہ کا تعین انسان نہیں بلکہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح،دار طوق النجاۃ:الطبعۃ:الأولی،1422ھ،ج4،ص169،ح3455

[3] ابن کثیر، إسماعیل بن عمر بن کثیر،تفسیر ابن کثیر،دار طیبۃ للنشر والتوزیع الطبعۃ:الثانیۃ1999م،ج3،ص59

[4] مودودی، تفہیم الاحادیث(مرتب:عبدالوکیل علوی)،ج6،ص409

[5] تفہیم القرآن،ج3،ص243

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

قرآن مجید نے اسلام کو دین کی بجائے الدین قرار دیا ہے۔ سید مودودی الدین کا مفہوم واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> اس سے معنی میں وہی فرق واضح ہو جاتا ہے، جو انگریزی زبان (This is a way of life) میں کہنے کے بجائے (This is the way of life) کہنے سے واقع ہوتا ہے۔ قرآن کا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک اسلام ایک طریق زندگی ہے، بلکہ اس کا دعوی یہ ہے کہ اسلام ہی ایک حقیقی اور صحیح طریق زندگی یا طرز فکر و عمل ہے۔ طریق زندگی سے اس کی مراد، زندگی کے کسی خاص پہلو یا کسی خاص شعبے کا طریق نہیں بلکہ پوری زندگی کا طریق ہے، الگ الگ ایک ایک شخص کی انفرادی زندگی کا طریق نہیں، بلکہ بحیثیت مجموعی سوسائٹی کا طریق ہے۔ ایک خاص ملک یا ایک خاص قوم یا ایک خاص زمانے کی زندگی کا طریق نہیں، بلکہ تمام زمانوں میں انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا طریق ہے۔[1]

اسلام دین و سیاست کی یکجائی کا بہترین نمونہ

اسلام دین وسیاست کی یکجائی کا نمونہ پیش کرتا ہے، جس کی نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی تعریف کرتے ہیں۔ عہد روشن خیالی کا معروف سیاسی مفکر روسو (Rousseau) اپنی کتاب میں نبی کریم ﷺ کے طرز حکمرانی کو ایک کامل نظیر کے طور پر پیش کرتا ہے، کہ یہ ایک ایسا نمونہ ہے جس میں دین وسیاست کی یکجائی نظر آتی ہے۔ مذکور مصنف کے مطابق نبی کریم ﷺ نے دین وسیاست کے لحاظ سے اپنے نظام سیاسی کو کامل طور متحد و محکم بنایا تھا اور ان کے خلفاء کے تحت ان کا مقرر کیا ہوا طریقہ حکومت قائم رہا، حکومت واحد غیر منقسم رہی ہے۔

روسو(Rousseau)کا کہنا ہے:

> The scared cult has always remained or again become independent of the sovereign, and there has been no necessary link between it and the body of the state. Mahomet held very sane views. And linked his political system well together and as long as the form of his government continued under the calips who succeeded him, that government was indeed one and so far good. [2]

> مقدس مذہب اقتدار اعلیٰ سے ہمیشہ آزاد رہا ہے، یا دوبارہ ہو گیا ہے۔ اس کے اور ریاست کے مابین کوئی اہم تعلق نہیں رہ گیا تھا۔ محمد نے بہت سمجھ داری سے مذہب کو سیاسی نظام کے ساتھ یکجا کر کے حکومت کی تشکیل کی، جس کو ان کے خلفاء نے کامیابی کے ساتھ جاری رکھا، یہ اپنی حیثیت میں واحد اور بہترین حکومت تھی۔

روشن خیالی کے فلاسفہ نے عیسائیت کو رد کرنے کے باوجود نبی کریم ﷺ اور ان کے طرز سیاست وحکومت کو قابل قدر نگاہوں سے دیکھا ہے۔ یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا تشکیل دیا ہوا دین وسیاست کی باہمی یکجائی کا نمونہ (Model) دنیا کے لیے لائق تقلید ہو سکتا ہے۔ لہذا آج دین وسیاست کی یکجائی کا مسلمانوں کے پاس کسی سیکولر نمونہ کی بجائے نبی کریم ﷺ کا قائم کردہ نمونہ موجود ہے جس کی غیر مسلم بھی تعریف کرتے ہیں۔

اسلام ایک فلاحی ریاست کا تصور دیتا ہے۔ امام راغب اصفہانی کی تصریح کے مطابق فلاح یعنی کامیابی یہ دو قسم پر ہے: دنیوی اور اخروی

1۔ دنیوی فلاح ان سعادتوں کو حاصل کر لینے کا نام ہے جن سے دنیوی زندگی خوشگوار بنتی ہے، یعنی بقائے مال اور عزت و دولت۔

---

[1] مودودی: اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، ص112

[2] Rousseau,Jean Jacques, The Social Contract,p.91

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

2۔اخروی فلاح چار چیزوں کے حاصل ہو جانے کا نام ہے: بقابلا فنا، غنابلا فقر، عزت بلاذلت اور علم بلا جہل۔[1]

فلاح کے اس جامع تصور کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی فلاحی ریاست کا مقصد افراد معاشرہ کی دنیوی اور اخروی زندگی کی کامیابی کو ممکن بناتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں اسلامی فلاحی ریاست، فلاح کے اس قرآنی تصور کو سامنے رکھ کر قائم کی، اور خلافت راشدہ کی صورت میں اس ریاست نے ارتقاء اور تسلسل قائم رکھا۔ مسلم مفکرین سیاسیات نے اسلامی ریاست و حکومت کے قیام کو اسی فلاح کے نظریے کے ساتھ منسلک قرار دیا ہے، اور ایسی ریاست کے قیام کو مسلمانوں اور عوام الناس کی خوشحالی کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ مثلاً فارابی نے ایسے مثالی تمدن کو المدینہ الفاضلہ کا نام دیا، جس کا مقصد حصول سعادت ہو۔ الماوردی نے امامت کی تعریف میں لکھا کہ یہ حراسۃ الدین وسیادۃ الدنیا کے لیے قائم ہوتی ہے۔[2]

سیکولر ازم اور اسلام کا تصور حاکمیت الٰہی

سیکولر ازم اپنی ملحدہ اور غیر ملحدہ دونوں صورتوں اور جزوی و جامع دونوں مرحلوں میں بہر صورت دین اسلام کی تعلیمات اور اس کے تصور حاکمیت الٰہی سے متصادم ہے۔ اس ضمن میں چند بنیادی نکات ملاحظہ ہوں:

1۔ سیکولر ازم اور اسلام کا اصل نزاع

اسلام اور سیکولر ازم میں نزاع کا معاملہ اقتدار اور اختیار کے حوالے سے ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور فنا سے بالا تر ہستی تسلیم کیا جائے، اور انسانی زندگی کو فانی اور جوابدہ مانا جائے۔ مذہب اسلام کے نزدیک ان اساسیات کا حصول اسی صورت میں ممکن ہے، جب انسان کے معاشرتی اور سیاسی نظام کو اس طرح سے ترتیب دیا جائے کہ استحصال کے بجائے انصاف کی راہ کشادہ ہو اور انسان اپنے اخلاقی، روحانی اور مادی امکانات کا ذمہ داری کے ساتھ اظہار کرنے کے لیے داخلی اور ذمہ دارانہ جذبے سے سرشار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر خلیفہ کا منصب عطا کیا، تاکہ اللہ رب العزت کے ارادوں اور مرضیات کی تکمیل ہو۔ انسان زمین پر ایک ایسی تہذیب کو بروئے کار لائے، جس میں وہ اپنی انفرادی زندگی میں امن سے رہے اور خارج میں دوسرے انسانوں سے نہ الجھے۔ اپنے حقیقی سرچشمے (ذات باری تعالیٰ) سے اس کے تعلق کا یہی تقاضا ہے کہ وہ مخلوق کی فلاح و بہبود چاہے۔

ڈاکٹر اسماعیل الفاروقی الراجی کے مطابق:

> اللہ رب العزت کی بالا تر مرضی و منشا کے بغیر کائنات کی کوئی حقیقت اور غائت ہو ہی نہیں ہو سکتی، جو انسان کی اخلاقی سعی و عمل کا مقصود و مطلوب ہے۔۔۔ اگر انسان تخلیق خداوندی کا سر تاج ہے تو اسی بناء پر ہے کہ ذاتی سطح پر اخلاقی کاوش اور عمل کے ذریعے وہ واحد کائناتی واسطہ ہے، جس کے ذریعے برتر الٰہی مرضی، زمان و مکان کے منظم سماوی وجود میں داخل ہو کر تاریخ بن جاتی ہے۔[3]

اسلام کی حقیقت اللہ کی جناب میں سرنگوں ہونا، اس کی اطاعت کے ساتھ اس کے حضور میں فروتنی اور شرک سے اجتناب کرنا ہے۔ سیکولر ازم زندگی کے جملہ معاملات میں اللہ کی جناب میں جھکنے سے انکار کرتا ہے اور اور دین کو نظر انداز کرتے ہوئے فرد سے رب کے تعلق کو محض آخرت تک محدود کر دیتا ہے۔ پورے دین کو تسلیم کرنے کی بجائے بعض اوامر کو تسلیم کرنے اور بعض سے بے اعتنائی اور انکار کی روش اختیار کی جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کفر ہے۔ مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان کے ساتھ ساتھ اس عقیدہ کو اپنی عملی زندگی میں بھی نافذ

---

[1] مفردات القرآن:385

[2] الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب، الاحکام السلطانیہ، مکتبہ دار ابن قتیبہ، کویت، 1989، باب 1، ص3

[3]. Al Faroqi,Ismail, Tawhid,Its Implication for Thought and Life111T,Herdon,USA ,1992,p.18

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

کرے۔اللہ کی اطاعت تحفظات (Reservations) اور استثناءات (Exceptions) کے بغیر کلی طور پر کی جائے گی۔اللہ کے احکام میں سے کسی ایک کی نفی سے کل کی نفی کے مترادف ہے۔اللہ تعالی جزوی اطاعت قبول نہیں کرتا ہے۔[1] قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱدۡخُلُواْ فِي ٱلسِّلۡمِ كَآفَّةٗ۔[2]

اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ۔

2.اختلاف مقصود و مطلوب

سیکولرازم اور اسلام کی اپروچ (Approach) یکسر مختلف ہے۔اسلام اخروی و دنیوی زندگی میں توازن کا درس دیتا ہے، لیکن سیکولرازم کے ہاں "اخروی" معاملات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔وہاں مقصود و مطلوب محض دنیاوی لذائذ ہیں۔سیکولرازم میں دنیا سے شدید رغبت اور آخرت سے عدم رغبتی کا تصور ملتا ہے۔اسلام میں دین و دنیا کی ثنویت نہیں ہے۔اسلام اپنے پیروکاروں کو اخروی زندگی کی تیاری کے لئے ہدایت کے ساتھ یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ اس دنیا میں سے اپنا حصہ لینا نہ بھولو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَٱبۡتَغِ فِيمَآ ءَاتَىٰكَ ٱللَّهُ ٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ ٱلدُّنۡيَاۖ۔[3]

جو مال اللہ نے مجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔

سیکولرازم دین کو زندگی سے دور کر کے اسے محض جزوی و انفرادی عبادت تک محدود کرتا ہے، لیکن اسلام میں انسانی زندگی عبادات و معاملات سمیت پوری کی پوری اللہ کے لیے ہے، جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔[4]

3.وحدت زندگی

دین اسلام کی رو سے زندگی ایک وحدت کا نام ہے۔اسے ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا ہے۔مذہب کا مقصد زندگی کے تمام معاملات میں رہنمائی فراہم کرنا ہے۔لہذا اس کا دائرہ کار مجموعی طور پر تمام انسانی زندگی ہے، نہ کہ اس کا کوئی خاص پہلو۔حکومت کا تعلق محض دنیاوی معاملات تک ہونے کی صورت میں افراد کو مادیت اور روحانیت میں عدم توازن کا سامنا کرنا پڑے گا۔اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

> انسان کے اجزائے ترکیبی میں بدن اور روح دونوں عناصر شامل ہیں۔اگر حکومت اپنے بے پایاں وسائل کے ساتھ تمام توجہ مادی معاملات پر ہی مرکوز کر دے تو روح بھوکی رہ جائے گی اور اپنے ذاتی وسائل پر قناعت پر مجبور ہو گی، جو دنیاوی معاملات کے لئے دستیاب وسائل سے بہت کم ہوں گے۔اس طرح روح اور بدن کی غیر مساوی نشو و نما انسان میں عدم توازن کو جنم دے گی۔[5]

---

[1] بیان القرآن، حصہ اول، ص279

[2] البقرہ:208

[3] القصص:77

[4] ارشاد باری تعالی ہے: کہو، میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ الانعام:162-163:6

[5] Hamidullah,Dr,M, Introdution to Islam,P.123

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

سیکولرازم لوگوں کے مابین جان،مال اور عزت و آبرو سے متعلق پیدا ہونے والے دنیوی تنازعات کے بارے میں دین کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتا ہے۔ لیکن اسلام میں ہر قسم کا دنیاوی معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت (نہیں، اے محمد ﷺ، تمھارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں)[1] کے مطابق طے ہوتا ہے۔

اسلام کا مطالبہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی رویوں کو ان اصولوں کے مطابق ڈھال لے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی پوری زندگی کو خدا کی اطاعت میں دیں اور اپنے انفرادی اور اجتماعی تمام معاملات کا فیصلہ خدا کے قانون اور اس کی شریعت کے مطابق کریں۔ اسلامی ریاست اور اسلامی تصورات کے مطالبے کی پشت پر دراصل یہی احساس کار فرما ہے کہ اگر مسلمان خدا کے قانون کی پیروی نہیں کرتا تو اس کا دعوائے اسلام ہی مشتبہ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر پورا قرآن دلیل ہے۔[2]

حکم الٰہی سے تعرض پر نکیر

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ، کہ اس کی نازل کردہ ہدایت کے بغیر حکمرانی جاہلوں کی حکمرانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں پر نکیر فرمائی ہے۔ جیسا کہ محکم تنزیل میں وارد ہوا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَٰفِرُونَ۔[3]

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

مفسرین کرام نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (قانون) کے بغیر فیصلے کے بارے میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:

> اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلہ حاکم کے حسب حال اصغر اور اکبر دو کفروں میں سے ہے۔ اگر اس کا یہ اعتقاد ہوا کہ اس واقعہ میں فیصلہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کے مطابق واجب ہے اور نافرمانی کرتے ہوئے اس نے اعتراف کے باوجود اس سے انحراف کیا تو سزا کا مستحق ہے، یہ کفر اصغر ہے۔ اور اگر اس کا اعتقاد یہ ہوا کہ وہ غیر واجب ہے اور اس یقین کے باوجود کہ وہ اللہ کا حکم ہے مگر وہ اس میں اپنا اختیار سمجھے تو یہ کفر اکبر ہے۔ اور اگر وہ (اللہ کے حکم سے) بے خبر ہے اور اس نے خطا کی ہے تو وہ خطا کار ہے، اس کے لئے خطا کاروں کا سا حکم ہے۔[4]

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے نواقض اسلام کے سلسلے میں بیان کیا ہے کہ جس کا یہ اعتقاد ہوا کہ نبی ﷺ کی ہدایت سے کسی دوسرے کی ہدایت کامل تر ہے، یا یہ کہ آپ ﷺ کے حکم سے کسی دوسرے کا حکم کامل تر ہے، اسی شخص کی طرف جو طاغوتوں کے حکم کو نبی ﷺ کے حکم پر ترجیح دیتا ہے، وہ کافر ہے۔[5]

---

[1] النساء:65

[2] مودودی، اسلامی ریاست، ص:49

[3] المائدہ:45

[4] ابن کثیر، إسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر ابن کثیر، دار طیبة للنشر والتوزیع الطبعة: الثانیة 1999م، ج3، ص59
القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریة - القاهرة، 1384ھ، ج3، ص45

[5] محمد بن عبدالوہاب، کتاب التوحید، ص6

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

شیخ ابن باز واضح بیان کرتے ہیں کہ:

> جس کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ نظام اور قوانین جو انسان بناتے ہیں وہ شریعت اسلام سے افضل یا اس کے برابر ہیں، یا یہ کہ ان سے فیصلہ کرنا جائز ہے اگرچہ اس کا یہ اعتقاد ہو کہ شریعت کا حکم افضل ہے، یا یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اسلامی نظام کی چودھویں صدی میں تطبیق درست نہیں یہ مسلمانوں کی پس ماندگی کا باعث بنتا ہے، یا یہ کہ وہ اپنے رب کے ساتھ تعلق تک محدود ہے اس کے بغیر کہ اس کا دیگر معاملات زندگی میں دخل ہو، اور یہ بھی اس زمرے میں داخل ہے کہ وہ نظریہ رکھتا ہو کہ ہاتھ کاٹنے کے حکم کا نفاذ یا محصن زانی کو رجم کرنا موجود زمانے میں مناسب نہیں اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ اللہ کی شریعت کے بغیر معاملات اور حدود وغیرہ کا فیصلہ جائز ہے۔ اگرچہ اس کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ وہ فیصلہ شریعت سے افضل ہے۔ اور جو بھی اللہ تعالی کے اس حرام کردہ مثلاً زنا، شراب اور اللہ کے قانون کے بغیر فیصلے کو مباح قرار دے لے، جب کہ ان کی حرمت معلوم ہے، تو وہ شخص باجماع امت کافر ہے۔[1]

سیکولرازم کی نظر میں مرد اور عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے لیے اخلاقیات کے معاملے میں جو چاہے راستہ اختیار کر سکتے ہیں، حتی کہ وہ دین کی تعلیمات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ سیکولرازم کے بعض علمبردار شرعی انداز، آداب اور اخلاقیات کو فاسد تصور اور موروثی تقلید قرار دیتے ہیں۔ جبکہ اسلام کی تعلیم کے مطابق انسان کو ہر عمل قرآن وسنت کے مطابق اختیار کرنا ہوگا۔ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔[2] اسلام کی یہ تعلیم سیاست، اقتصادیات، تربیت وغیرہ زندگی کے تمام معاملات پر اور اس کے جملہ دیگر پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

4۔عناصر دین کا باہمی ارتباط

اسلام داخلی طور پر کامل (Holism) اور جامع (Comprehensive) ہے، اس کے تمام عناصر داخلی طور پر باہم مربوط ہیں۔ اسلام اپنے اصولوں میں کسی دوسری تہذیب کا محتاج نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ ہے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس نے اپنی زندگی میں زندگی کے سیاسی، سماجی، معاشی اور تعلیمی غرض تمام شعبوں میں اسلام کا اطلاق کر کے دکھا دیا، جو آج کے دور میں بنی نوع انسان کے لئے نظیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلم ممالک کے لیے مشعل راہ انسانی حقوق کا ماڈل نہیں بلکہ اسوہ نبوی ہے۔

یوسف القرضاوی بیان کرتے ہیں کہ:

> اسلام میں سرے سے انسانی زندگی کے معاملات کی تقسیم ہی نہیں کہ زندگی کے امور دینی ہیں اور یہ غیر دینی۔ دین و دنیا کی تقسیم ہی غیر اسلامی، اور مسیحی مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ اسلامی نظام حیات میں دین و دنیا کی تفریق کبھی قائم نہیں ہوئی ہے۔ اسلام اس دین سے آشنا نہیں جو سیاست سے عاری ہو اور اس سیاست کو تسلیم نہیں کرتا جو دین سے خالی ہو۔ اسلام میں انسانی زندگی کے تمام پہلو اس طرح باہم مربوط اور دوبدوش رہے ہیں جس طرح جسم و جان کا رشتہ باہم مربوط ہے۔ اسلام کی نظر میں نہ روح کوئی اجاد اور علیحدہ شے ہے اور نہ جسم روح سے بے گانہ ہو

---

[1] ابن باز، عبد العزیز بن عبد اللہ، العقیدۃ الصحیحۃ ومایضادھا ونواقض الإسلام، الجامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ 2000 ریاض، ص 28

[2] الاحزاب:36

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

کر کوئی حقیقت رکھتا ہے۔ اسلام کی نظر میں دین اور علم، دین اور دنیا، دین اور حکومت ہر رشتہ مربوط، غیر منفصل اور کبھی جدا نہ ہونے والا ہے۔[1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ:

اسلام کے قوانین انسانی زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہیں چاہے اس کا تعلق مادی یعنی دنیاوی معاملات سے ہو یا روحانی یعنی دین کے معاملات۔ اسلام، انسانی زندگی کے ہر پہلو کو ایک نظم (regulate) میں لانا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لئے قوانین موجود ہیں۔[2]

حقیقی مذہب کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ یہ غیر ضروری اور ذاتی معاملہ ہے۔ یہ تفریق مذہب کی جان نکالنے کے مترادف ہے، اور اللہ تعالی کی صفت اولی "مطلقیت" کی مکمل نفی ہے۔ مذہب ذاتی معاملہ نہیں ہو سکتا ہے، کوئی عقیدہ جو فرد میں تبدیلی دیکھنے کا متمنی ہو، لازما اقتدار سے وابستگی کی بات کرے گا تاکہ جس خدا کو مرکز و محور حیات تسلیم کیا گیا ہے، اس کی جھلک انسانی اعمال و کردار اور خود معاشرے کی سمت میں دکھائی دے۔

سید مودودی کے مطابق یہ تصور مذہب جاہلی ہے کہ مذہب کو تہذیب و تمدن اور سماجی و سیاست سے الگ کر دیا جائے۔ مذہب کا صحیح تصور یہ ہے کہ ذہن اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے، اور طریق فکر قرآن کے طریق فکر کے مطابق ہو جائے۔ زندگی اور اس کے تمام معاملات میں وہی طرز عمل اختیار کیا جائے جو قرآن کو مطلوب ہے۔ تمام امور میں وہی راستہ اپنایا جائے جسے قرآن سبیل المومنین کہتا ہے۔ اس رویے کو چھوڑ کر دوسرے تمام رویوں اور منصوبوں کو سید مودودی ایسے جزوی ارتداد سے تعبیر کرتے ہیں جو آخر کار کلی ارتداد پر منتہی ہوتا ہے۔[3]

5.فطری عہد کا تقاضا

رب کے مقرر کردہ راستے پر چلنا انسان کے فطری عہد کا تقاضا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ "و بعہد اللہ اوفوا"۔[4] (اور اللہ کے عہد کو پورا کرو)۔ سید مودودی نے مذکور آیت کی تشریح میں عہد و میثاق کی تین اقسام بتائی ہیں:

1۔ ایک عہد وہ ہے جو انسان اپنے خدا سے کرتا ہے۔

2۔ دوسرا عہد وہ ہے جو خدا کا نام لے کر وہ بندوں سے کرتا ہے۔

3۔ تیسرا عہد وہ ہے جو انسان خدا اور انسان اور انسان کے درمیان اس وقت آپ سے آپ بندھ جاتا ہے جس وقت ایک شخص خدا کی زمین میں ایک انسانی سوسائٹی کے اندر پیدا ہوتا ہے۔[5]

مذکور مفسر کے مطابق پہلے دونوں عہد ارادی و شعوری ہیں۔ جبکہ تیسرا خدا اور معاشرے سے کیا ہوا عہد و میثاق جو فطری بھی ہے اور ارادی و شعوری بھی، اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب انفرادی و اجتماعی زندگی خدائی قانون کے مطابق بسر ہو۔ معاشرے و ریاست کی تشکیل اس کی مرضی کے نفاذ کے لیے ہوتا کہ افراد

---

[1] قرضاوی، یوسف، اسلام اور سیکولرزم، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، ص53

[2] Hamidullah,Dr.M. Intodution to Islam, P.122

[3] اسلامی سیاست، ص.46

[4] الانعام:152

[5] تفہیم القرآن، ج1، ص601-600

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

،معاشرہ عدل وانصاف کے سائے میں جی سکیں اور ہر قسم کے ظلم سے محفوظ رہیں۔ باہمی امداد وتعاون کا ایسا ماحول قائم ہو کہ افراد اور جماعت روحانی، اخلاقی اور مادی فلاح میں معاون ومددگار ہوں، لہذا عدل انفرادی بھی قائم ہو جائے اور عدل اجتماعی بھی۔[1]

6۔ عقیدہ توحید کا مطلوب انسانی زندگی کی ہمہ گیر تبدیلی

اسلام میں صرف شرک سے ہی نہیں روکا گیا بلکہ اس کے نتیجے میں زندگی میں جو ایک ہمہ گیر تبدیلی آتی ہے اور جس سے منزل اور جہت سب کچھ بدل کے رہ جاتا ہے اس سے روکا گیا ہے۔ عبادت اور بندگی یہ ہے کہ، زندگی کا ہر لمحہ، رویے کا ہر پہلو اور اختیارات کا ہر فیصلہ اللہ کی بندگی کے سائے میں ہو۔ کسی مقام پر اللہ تعالی کے اختیار، بڑائی، عظمت اور اس کی حاکمیت سے تجاوز کرنے کا شائبہ بھی نہ پایا جائے۔ جس طرح اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے سر نہ جھکے اسی طرح معاشرت، معیشت، تہذیب وتمدن، سیاست وعدالت حتی کہ حکومت میں بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ ذات اور گھر سے لے کر اجتماعی زندگی کے تمام مراحل، اس کا تعلق عدالت سے ہو، سیاست سے ہو، پارلیمنٹ سے ہو یا ایوان ہائے حکومت سے ہر جگہ اللہ کا حکم اور اس کی خوشنودی پیش نظر اور راہنما ہو۔[2]

دین اسلام کی تعلیمات اور علمائے کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر ناممکن ہے کہ ایک شخص خدا پر ایمان بھی رکھے اور سیکولر بھی ہو۔ ایک مغربی دانشور کے بقول:

> یہ ایک ناممکن مقدمہ ہے کہ خدا کو موجود تو مان لیا جائے لیکن مادی موجودات سے اس کے کسی تعلق اور واسطے کو تسلیم نہ کیا جائے۔[3]

یوسف القرضاوی کی رائے کے مطابق کسی مسلمان کا لادینیت کو قبول کرنا، خواہ وہ لادینیت کتنی ہی معتدل اور بے ضرر کیوں نہ ہو، اسلام سے معارض ہونا اور اور اس کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرنا ہے۔[4]

مذکور بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہب اور سیاست کی دوئی کا مغربی اور لادینی تصور، اسلام کے لیے اجنبی ہے۔ اس تصور کو اپنانا معاشرت کے اسلامی تصور کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرنے کے مترادف ہے۔ سیکولرازم کو غیر مذہبی تصور کیا جائے یا دنیاوی، ہر دو صورتوں میں معاشرہ میں دین کی سیاسی، معاشی، تعلیمی اور اخلاقی تعلیمات معطل ہو کر رہ جائے گی۔ اللہ تعالی کے عطا کردہ دین کے سوا جس نظام فکر کو مشعل راہ بنایا جائے گا، وہ یقیناً دین اسلام اور اسوہ نبوی کے سوا ہو گا۔ لہذا مخصوص فکر اور عقیدہ رکھنے کے باوجود اجتماعی زندگی کسی اور نظریے کے تحت گزارنے پر انسانی زندگی تضادات کا شکار ہو کر رہ جائے گی، نیز دین حق کی صورت مسخ ہو کر رہ جائے گی۔ الغرض ریاست کو اللہ تعالی کے قوانین کے مطابق استوار کرنا ناگزیر امر ہے۔ یہ ایمان کا ایک لازمی تقاضا ہے اور اسے کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

خلاصۂ تحقیق

اس تحقیق میں عصرِ حاضر میں سیکولرازم کے اسلامی فکر کو درپیش مختلف چیلنجز کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔ ابتدا میں سیکولرازم کے لغوی واصطلاحی مفہوم، تاریخی ارتقاء اور بنیادی اصولوں کو بیان کیا گیا۔ بعد ازاں اسلامی تصورِ دین، ریاست، قانون اور معاشرت کا جائزہ پیش کرتے ہوئے دونوں نظریات کا تقابلی مطالعہ کیا

---

[1] تفہیم القرآن، ج5، ص322

[2] روح القرآن، ج2، ص422

[3] Hastings,James(ed),Encyclopedia of Religion and Ethics, item, Secularism,by Eric S Waterhouse ،.chales ـ Scribner's ـ sons,NewYork,p.34

[4] قرضاوی، یوسف، اسلام اور سیکولرازم، ص77

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ سیکولرازم کے اثرات تعلیم، میڈیا، قانون، سیاست، معیشت، خاندانی نظام اور سماجی اقدار تک پھیل چکے ہیں۔ ان اثرات کے نتیجے میں دینی شعور میں کمی، مذہبی اقدار کی کمزوری، اخلاقی بحران، انفرادیت پسندی اور اسلامی تشخص کے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ تحقیق نے یہ بھی واضح کیا کہ اسلام اعتدال، عدل، انسانی حقوق، مذہبی آزادی، اخلاقی ذمہ داری اور اجتماعی فلاح پر مبنی ایک جامع نظامِ حیات پیش کرتا ہے، جو جدید دور کے فکری چیلنجز کا متوازن اور مؤثر جواب فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی بنیاد پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مختلف اصلاحی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔

نتائجِ تحقیق

1۔ سیکولرازم بنیادی طور پر مذہب اور ریاست کی علیحدگی کے نظریے پر قائم ہے، جبکہ اسلام دین و دنیا کی وحدت کا تصور پیش کرتا ہے۔

2۔ مسلم معاشروں میں سیکولر افکار نے مذہبی شناخت اور اسلامی تہذیب پر نمایاں اثرات مرتب کیے ہیں۔

3۔ جدید ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا سیکولر افکار کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

4۔ اسلامی تعلیمات زندگی کے تمام شعبوں کے لیے جامع رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

5۔ دینی و عصری تعلیم کے درمیان توازن اسلامی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔

سفارشات و تجاویز

1. جامعات اور دینی مدارس میں سیکولرازم اور اسلامی فکر کا تقابلی مطالعہ نصاب کا حصہ بنایا جائے۔
2. نوجوانوں کی فکری رہنمائی کے لیے قرآن و سنت پر مبنی جدید علمی لٹریچر تیار کیا جائے۔
3. اسلامی اسکالرز اور ماہرینِ سماجیات کے درمیان علمی مکالمے کو فروغ دیا جائے۔
4. سوشل میڈیا پر اسلامی فکر کی مثبت، علمی اور تحقیقی نمائندگی کو مضبوط بنایا جائے۔
5. اسلامی تہذیب، اخلاق اور خاندانی نظام کے تحفظ کے لیے مؤثر تعلیمی و سماجی منصوبہ بندی کی جائے۔
6. جدید فکری چیلنجز کے جواب میں اجتہادی اور تحقیقی اداروں کو فعال بنایا جائے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

مصادرومراجع

1. قرآن کریم
2. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، ادارۃ الحرم لاہور، 1316ھ
3. ابن ماجہ، محمد بن زید، سنن ابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی، س ش نامعلوم
4. ابن کثیر، حافظ ابو الفداء عماد الدین اسماعیل ابن عمر، دار الطیبہ، للنشر والتوزیع، طبع ثانیہ، 1420ھ
5. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک، 1305ھ
6. بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، شعب الایمان، تحقیق محمد سعید بسیونی، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1410ھ
7. ترمذی، الامام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی، سعید ایچ ایم کمپنی کراچی، س ش نامعلوم
8. التبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، المکتبۃ الاسلامیہ بیروت، 1405ھ
9. حنبل، امام احمد ابن حنبل، مسند حنبل، مؤسسۃ قرطبہ القاھرہ، س ش نامعلوم
10. دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن دارمی، دارالکتاب العربی بیروت، 1407ھ
11. علاؤالدین، علی بن حسام، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الخامسہ، 1401ھ
12. عسقلانی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، مطبع دائرۃ النظامیہ الہند، طبع اول، 1326ھ
13. مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، طبع ثانیہ 1375ھ
14. مودودی ، سید ابوالا علی ، تجدید و احیائے دین (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۲۰۱۰)

- .Encyclopedia of Religion & Ethics,Ed. James Hasting,Edinburg,NewYork,1974
- .Glasner,Peter,The Sociology of Secularization,Routledge and Kogan Paul,1977
- .Hedden,Jeffery,Toward Desacrarizing Secularization Theory,Social Forum65,no3,pp587-611,cited by, Smith,Christian,The Secular Revolution,University of alifornia,Berkeley,2003
- Parsons, Talcott, Action theory and the human concition, the university of California, Free Press, 1978
- See:Holyoake, G.J, The English Secularism: a confession of Faith, The open Court Publishing Company, Chicago 1896
- Taylor,Charles, A Secular Age,Harvard University Press,Cambridge,2007
- United States Supreme Court in Torcaso vs Watkins, cited by,Lambaugh,David,How Liberals are Waging War Against Chiristianity,Regency Publishing ,Wahington,2003
- Wilson B.R ., "Secularization" in Dictionary of Ethics, Theology and society